قرآن میں منسوخ آیات کی عدم موجودگی کا موقف۔استدلالات کا تجزیہ اور تیسرا موقف

عثمان احمد*

قرآن مجید اللہ کی ابدی کتاب ہے جس کو نسل انسانی کے لیے آخری صحیفۂ ہدایت ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات ''مہیمن'' ہے جیسا کہ قرآن نے کہا

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ﴾ (۱)

قرآن مجید کو بھی اللہ کی ذات نے ''مہیمن'' قرار دیا:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾(۲)

مہیمن کا مطلب نگرانِ غالب کے ہیں جس کو کسی کا خوف نہ ہو بلکہ سب امن کی طلب میں اسی سے مستدعی ہوں اور اسی کا امر حتمی اور حاوی ہو(۳) چنانچہ کتاب اللہ کا مہیمن ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ مراتبِ استدلال میں اس کو اول و آخر اور حتمی و قطعی مانا جائے۔اختلاف و تعارض میں یہی فیصلہ کن ہو۔امت مسلمہ نے کتاب اللہ کو شریعت اسلامیہ کا مصدر اول مانا اور برہان و لیل میں اس کو ہر دلیل پر فوقیت دی۔اپنی اہمیت کے پیش نظر اور بحیثیت مصدر و ماخذ، کتاب اللہ ہمیشہ سے مختلف جہات کے اعتبار سے موضوعِ بحث و تحقیق ہے۔علوم القرآن کے عنوان سے معرضِ تحریر میں آنے والی تصانیف میں قرآن سے متعلق کی علوم کی کثرت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ قرآن اہل علم کے تدبر و تفکر اور علم و دانش کا مرکز و محور ہے۔فقہ و اصول فقہ، اصول علم الکلام، حدیث و علوم الحدیث سب پر قرآن غالب و حاوی ہے۔

قرآن سے متعلق ایک معرکۃ الآراء بحث منسوخ آیات کا قرآن میں موجود ہونا ہے۔اس مسئلہ میں قدیم علماء کی اکثریت کی رائے قرآن میں منسوخ آیات کی موجودگی اور بقاء کی ہے جبکہ اس وقت علماء کا ایک بڑا گروہ اس رائے کو قبول کر چکا ہے کہ قرآن میں کوئی منسوخ آیت موجود نہیں اور تمام قابل تاویل و عمل ہیں۔اس متاخر طبقہ کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔قرآن و حدیث میں عدم تصریح:

قرآن مجید کی کسی آیت کا منسوخ قرار دینے کے لیے نہ تو کوئی قرآنی تصریح موجود ہے کہ جس میں یہ واضح طور پر متعین کیا گیا ہو کہ قرآن کی فلاں آیت اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دی ہے اور یہ آیت اس کی ناسخ ہے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کسی آیت کو نہ تو ناسخ قرار دیا اور نہ ہی منسوخ۔کلام الٰہی کو منسوخ قرار دینے کے لیے علماء کے اجتہاد کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔علماء تفسیر و علوم القرآن کا یہ استحقاق نہیں کہ وہ اجتہاداً قرآنی آیات کے بارے فیصلہ کریں کہ وہ منسوخ ہیں۔عملِ اجتہاد سے نصوصِ قرآنیہ پر منسوخ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔اسی طرح ذخیرہ حدیث میں ایک حدیث بھی موجود نہیں کہ جس میں براہِ راست نبی ﷺ کا فرمان ہو کہ قرآن میں موجود فلاں آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ قرآن ہی کے اندر موجود فلاں آیت ہے۔بلکہ احادیث

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نبویہ میں تو سرے سے قرآنی تناظر میں ناسخ ومنسوخ کی مباحث کا کوئی اشارہ نہیں۔قرآنی آیات کو نہ تو اللہ تعالیٰ منسوخ قرار دیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ تو علماء امت کو اس کا استحقاق نہیں کہ قرآن میں موجود کچھ آیات کو منسوخ قرار دے دیں۔(۴)

البتہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ مستنبط ضرور ہوتا ہے کہ قرآن میں کوئی آیت منسوخ موجود نہیں۔

دلیل اول: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ﴾ (۵)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کتاب اللہ حق ہے اور رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے مابین فیصلوں کے لیے قرآن کو مدنظر رکھنا ہے۔حق ،باطل کا متضاد ہے اور باطل معدوم ہوتا ہے۔کیا ''حق'' سے مراد ''منسوخ الحکم کا لعدم آیات'' لیا جا سکتا ہے؟ کیا وہ کتاب فیصلہ کن ہے جس کی متعدد آیات منسوخ ہیں اور ان میں بیان کردہ فیصلے قابلِ عمل ہی نہیں ہیں؟

دلیل دوم: ﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾(۶)

اس آیت میں قرآنی آیات کی تقسیم کرتے ہوئے دو انواع بیان ہوئی ہیں۔محکمات و متشابہات نہ کہ محکمات و منسوخات۔اب دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں کہ منسوخات کو یا تو محکمات کا حصہ مانا جائے یا متشابھات کا۔اگر محکمات کا حصہ مانا جائے تو اس کو منسوخ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ محکم آیت منسوخ نہیں ہوسکتی۔اور اگر یہ کہا جائے کہ منسوخ آیات متشابھات ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے کہ متشابہات ،منسوخ آیات کو کہا جاتا ہے۔یا منسوخ و متشابہ ہم معنی ہیں۔نیز متشابہات کے ذیل میں تو صدیوں سے کسی نے بھی منسوخ کو شمار نہیں کیا۔

تجزیہ:

اول: قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں کسی آیت کی منسوخیت کی عدم تصریح کو دلیل بنانا اس امر کو لازم کرتا ہے کہ ''کسی چیز کی مشروعیت کا دارومدار قرآن وسنت میں اس کے بالتصریح مذکور ہونے پر ہے'' کو اصول کے طور پر تسلیم کیا جائے۔اگر اس کو اصول تسلیم کر لیا جائے تو شریعت کے احکامات کا بہت بڑا ذخیرہ غیر مشروع قرار پائے گا۔

اس طرح استنباطاً ثابت ہونے والے تمام احکامات غیر مشروع قرار پائیں گے چاہے ان کی دلیل کتنی ہی قطعی کیوں نہ ہو

دوم: منسوخ آیت ،معدوم نہیں ہوتی کیونکہ وہ بالفعل قرآن میں موجود ہے۔اسی طرح اس کا حکم باطل نہیں قرار دیا گیا ہوتا بلکہ مرفوع ہو جاتا۔اللہ تعالیٰ اپنے ہی حکم کو باطل نہیں فرما سکتے۔جب بھی کوئی چیز باطل قرار پاتی ہے تو وہ نقص وقصور کے باعث قرار پاتی جب کہ منسوخ قرار دیے جانے کا باعث مدتِ حکم کی تکمیل ہے۔لہذا منسوخ بمعنی باطل کسی طرح بھی درست نہیں۔اسی طرح منسوخ بمعنی معدوم بھی صحیح نہیں۔

سوم: آیت: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ میں لفظ ''بالحق'' میں ب کو اگر الصاق کے معنی میں لیا جائے تو معنی ہوگا کہ قرآن کے ساتھ حق ہمیشہ متعلق وملصق رہتا ہے۔حق قرآن سے کبھی جدا نہیں ہوتا کہ قرآن کذب و باطل کے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

ساتھ مل جائے۔اور یہ واضح ہے کہ منسوخ آیات بھی حق ہوتی ہیں نہ کہ باطل وکذب۔

اگر بالحق کی ب کوسببیہ قرار دیا جائے تو مراد ہوگا کہ قرآن کوحق کی خاطر اور حق کے لیے نازل کیا۔ان معنوں میں قرآن کا مقصودنزول حق کا بیان واظہار ہے۔اور یہ مقصود ناسخ ومنسوخ دونوں آیات سے حاصل ہوتا ہے۔

چہارم: آیات محکمات ومتشابہات کی قرآنی تقسیم میں آیاتِ منسوخہ محکمات میں شامل ہیں۔محکمات کا مطلب ہر آن وساعت میں قابلِ عمل ہونا نہیں ہے بلکہ واضح ومتعین المعانی ہونا ہے۔ان معنوں ناسخ ومنسوخ دونوں واضح ومتعین المعانی ہوتی ہیں۔ناسخ ومنسوخ ہونا ان عوارض میں سے نہیں جس کی وجہ آیت محکمہ،متشابہ ہو جائے بلکہ ناسخ ومنسوخ کا معلوم ہونا محکم کرنے کا وسیلہ ہے کیونکہ اس سے دونوں آیات کی مرادات کا صحیح علم ہو جاتا ہے۔

۲۔قرآن میں موجود ناسخ ومنسوخ سے متعلق متعارض ومضطرب روایات:

کونسی آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ کونسی ہے اس کے بارے متقدمین سے متعارض ومضطرب روایات منقول ہیں۔کیا ان روایات کی بنیاد پر قرآنی آیت کو منسوخ قرار دیا جاسکتا ہے؟ مثلاً آیت ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَ نِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾(۷)(تم پرفرض کردیا کہ جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آئے تو وہ اپنے والدین،اپنے رشتہ داروں کے حق میں معروف طریقے سے وصیت کرے۔یہ اہل تقویٰ پر حق ہے) کے بارے میں بعض نے کہا یہ منسوخ نہیں ہے۔تفسیر خازن میں ہے

فوجب ان تبقى الآية دالةعلى وجوب الوصية للقريب الذى لا يرث (۸)

لازم ہے کہ اس آیت کی دلالت ان اقرباء کے حق میں وجوبِ وصیت پر باقی رہے جن کو شرعاً وارث نہیں بنایا گیا اس کو منسوخ قرار دینے والے اہل علم میں اس کے ناسخ کے متعلق اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ آیتِ میراث سے منسوخ ہے۔بعض کہتے ہیں حدیث لاوصیۃ لوارث سے منسوخ ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اجماع سے منسوخ ہے۔(۹)

اسی طرح آیت ﴿وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ﴾(۱۰) کے متعلق شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے بارے تین قول ہیں اول یہ کہ یہ آیت منسوخ ہے،دوسرا یہ کہ منسوخ نہیں مگر لوگ اس پر عمل میں سستی کرتے ہیں۔تیسرا یہ کہ آیت محکم ہے اور اس میں ایک مستحب عمل کی تحریک کی گئی ہے۔(۱۱)

ان متعارض روایات کی بنیاد پر قرآنی آیات کی منسوخی کا کوئی حتمی فیصلہ ممکن نہیں۔

تجزیہ:

۱۔ کسی آیت کے بارے اجماعی طور پر نہ معلوم ہونا کہ یہ منسوخ ہے یا محکم اس اصل کو مزید محکم کرتا کہ قرآن میں منسوخ آیات کی موجودگی کے تسلیم کرنے کے بارے علماء کا اختلاف اس پر نہیں کہ قرآن میں منسوخ آیات مطلقاً موجود نہیں بلکہ اس پر ہے کہ منسوخ آیات کون کونسی ہیں۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۲۔ علماء کے اختلاف کو دلیل بنا کر کسی اصل شرعی کو باطل کیا جا سکتا ہے تو پھر، قرآن کی آیات کی تعداد، قرآن میں مقامات وقف، قرآن کے رسم وضبط میں اختلاف وغیرہ کو اس بنیاد بنا کر کیا قرآن میں آیات کی موجودگی، وقوف کی موجودگی اور رسم وضبط کی موجودگی کو بھی باطل قرار دیا جائے گا؟ اگر دیا جائے گا تو قرآن کی بقا بھی ممکن نہیں رہے گی اور نہیں دیا جائے گا تو کیا وجہ ہے کہ قرآن میں ناسخ ومنسوخ کے اختلاف کو بنیاد بنا کر اصل کا ہی انکار کر دیا جائے۔

۳۔اختلافِ تعریفات واصول اور اس کے نتائج:

صحابہ کرام اور تابعین وتبع تابعین کے ہاں نسخ کو انتہائی وسیع معنوں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ان کے ہاں عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید، مجمل کی تبیین، ابہام کی توضیح اور استثنا کو بھی نسخ کہا جاتا تھا۔گویا ان کے ہاں نسخ ایک عمومی اصطلاح تھی جس کے ذیل میں کسی بھی حکم کی کیفیت، کمیت، حالت، اطلاق، توضیح اور تقیید کو نسخ سے تعبیر کیا جاتا تھا۔(۱۲) اس کے نتیجے میں ۵۰۰ آیات منسوخ تھیں (۱۳)

حنفیہ نسخ سے مراد بیان مدت حکم لیتے ہیں جب کہ شافعیہ نسخ سے مراد ''رفع حکم'' لیتے ہیں۔(۱۴) حنفیہ کے نزدیک کلام مستقل منفصل ناسخ ہوتا نہ کہ مخصص اور اسے وہ نسخ قرار دیتے ہیں۔(۱۵) جبکہ شافعیہ کے نزدیک مخصص متصل ہو یا منفصل ،نسخ نہیں تخصیص ہوتی ہے۔(۱۶) اسی طرح حنفیہ حدیث متواتر ومشہور سے نسخ کے قایل ہیں (۱۷) جب کہ امام شافعی مطلقاً سنت سے نسخ کے قایل ہی نہیں (۱۸) جب کہ ظاہریہ جن میں امام ابن حزم شامل ہیں ہر خبر واحد سے قرآن کے نسخ کے قایل ہیں (۱۹)

ان اصولی اختلافات کے بعد یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی آیت پر حتمی حکم لگایا جا سکے کہ یہ آیت منسوخ ہے نیز منسوخ قرار دینا تعریفات اور ان کے اطلاق کے ذریعے مختلف ہوتا جائے گا۔

تجزیہ:

۱۔ اختلاف تعریفات کا نتیجہ وحاصل ''منسوخ آیات کی موجودگی'' ہے نہ عدم موجودگی۔کیونکہ عدم موجود کی تعریفات و حدود کی کیا ضرورت؟

۲۔ نسخ کی تعریفات کے اختلاف سے منسوخ آیات کی تعداد کا مختلف ہو جانا بالکل لازم آئے گا لیکن اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن میں اختلافِ وقوف وفواصل سے قرآن کی آیات کی تعداد میں علماء کے مابین اختلاف واقع ہوا۔علماء کے اجتہادات کے باعث اس اختلافِ تعدادِ آیات میں آیات کا انکار درست ہوگا؟

۴۔تعارضِ حقیقی کا اثبات:

قرآن مجید میں تعارض کا پایا جانا محال ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا﴾ (۲۰)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

''اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سے اختلافات (تضادات) پاتے۔''
تعارض کا مطلب ہے کہ کسی معاملہ میں ایک دلیل کسی ایک حکم کی متقاضی ہو اور دوسری دلیل اس معاملہ میں دوسرا حکم چاہتی ہو اور دونوں متناقض ومتضاد ہوں۔ علامہ خضری تعارض کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

التعارض: ان يقتضى كل من دليلين عدم ما يقتضيه الآخر (۲۱)

تعارض یہ ہے کہ دو دلیلوں میں ہر دلیل دوسرے کے اقتضاء کا عدم چاہتی ہو۔
جمیع علماء امت اس پر متفق ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں تعارض پایا جانا ممکن نہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

''اعلم ان التعارض هو التناقض، فان كان فى خبرين فاحدهما كذب والكذب محال على الله ورسوله، وان كان فى حكمين من امر و نهى وحظر واباحة فالجمع تكليف محال'' (۲۲)

''جان لو کہ تعارض، تناقض ہوتا ہے۔ اگر دو خبروں میں تعارض ہو تو ان میں سے ایک جھوٹ ہوگی۔ اور اللہ اور اس کے رسول سے کذب محال ہے۔ اور اگر امر ونہی اور ممانعت واباحت کے دو حکموں میں تعارض ہوگا تو یہ ناممکن چیز کا مکلّف بنانا ہے۔''

جب حقیقی تعارض ناممکن ہے اور یہ ایک نقص ہے تو ناسخ ومنسوخ کا بیک وقت کتاب اللہ میں پایا جانا کیا تعارض حقیقی کا موجود ہونا نہیں ہے؟ محض یہ کہہ دینا تو کافی نہیں کہ تعارض تو ہے مگر ہم ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ قرار دے کر اس کا حل نکال لیں گے۔ اگر تعارض حقیقی نہیں ہے تو ایک کا ناسخ اور دوسرے کا منسوخ ہونا ہی بے معنی ٹھہرتا ہے۔ اور اگر واقعی ایک آیت دوسرے کے متضاد حکم دے رہی ہو تو کیا ان دونوں کا کتاب اللہ میں برقرار رکھنا اختلافِ حقیقی نہیں ہے؟ اگر یہ جواباً یہ کہا جائے ناسخ ومنسوخ کا بیک وقت کتاب اللہ میں پایا جانا تعارض حقیقی کا موجود ہونا نہیں ہے کیونکہ صرف بیک وقت کتاب اللہ میں موجود ہونے سے تو تعارض حقیقی کا موجود ہونا لازم نہیں آتا ہے جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ دونوں متعارض یا مختلف حکم ایک ہی وقت میں اور ایک ہی حالت میں نافذ کئے گئے یا ان کا مطالبہ کیا گیا ہے اور اس کے ثبوت کے بغیر تعارض حقیقی ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر واقعی ایک آیت دوسری آیت کے متضاد حکم بھی دے رہی ہو تو ان دونوں کا کتاب اللہ میں برقرار رکھنا اختلاف حقیقی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات کے لحاظ سے دو متضاد اور متعارض چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے علی سبیل التسلیم جس وقت یہ احکامات دیے گئے یقیناً اس وقت تو تعارض نہیں ہوگا کیونکہ ایک حکم مقدم دوسرا متاخر ہوگا لیکن قرآن میں تو اب یہ بیک وقت بغیر متعین کیے موجود ہیں کہ کونسا متاخر ہے اور کون سا مقدم تو تعارض تو واقع ہو گیا۔ نیز تعارض نہ ہو تو ناسخ ومنسوخ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

تجزیہ:

کلام میں تعارض کا پایا جانا اس لیے نقص ہے کہ اس سے مخاطب و مکلّف کو عمل میں تحیر و تکلیف کا سامنا ہوتا کہ کس پر عمل کروں اور کس پر عمل نہ کروں۔ جب کہ ناسخ و منسوخ کا متعارض ہونا اس لیے مضر نہیں کہ مخاطب و مکلّف کو ایسا کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔

ناسخ و منسوخ کی ایک عقلی پہچان موجود ہے کہ جس عمل کے بھی ترک کا حکم ہوگا وہ منسوخ ہوگا۔ کیونکہ ترک پہلے نہیں ہوسکتا پہلے عمل ہوگا اور بعد میں اس کا ترک ہوگا۔

۵۔ اصول تاویل اور اس کا اطلاق:

صحابہ کرام کی نسخ کی تعریف کو تبدیل کر کے متاخرین نے بہت سی آیات کو غیر منسوخ ٹھہرایا۔ علامہ سیوطی نے تاویل کے عمل سے گزار کر صرف ۲۰ آیات کو منسوخ تسلیم کیا۔ (۲۳) شاہ ولی اللہؒ نے ان میں سے بھی صرف پانچ کو منسوخ تسلیم کیا اور باقی کو تاویل کے اعتبار سے قابل عمل قرار دیا۔ (۲۴) گویا کہ اصول تاویل کے ذریعے آیات کی منسوخیت کو عملیت میں تبدیل کیا۔ یہ امر اس کو ثابت کرتا ہے

۱۔ آیات کو بالضرور منسوخ سمجھنا کوئی مشروع عمل نہیں

۲۔ اگر اصول تاویل کے ذریعے دو آیات میں تطابق و توافق ممکن ہو تو تاویل کرنا مستحسن عمل ہے

۳۔ کسی آیت کی منسوخیت کا دعویٰ کرنا محض مجتہد و مفسر کی رائے ہے نہ کہ کوئی ''حتمی'' و ''قطعی'' امر ہے۔

۴۔ اصول تاویل کے ذریعے ''منسوخیت'' کو ''عملیت'' اور ''اطلاقیت'' میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ تاویل کا استحقاق جس طرح قدیم علماء کا حاصل تھا۔ اسی اصول کے مطابق شاہ ولی اللہؒ نے تاویلات کیں۔ عہد حاضر کے علمائے علوم القرآن و مفسرین کو اسی اصول کے اطلاق کا حق بھی حاصل ہے۔

یہ سب نتائج کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں قرآن میں موجود آیات کی منسوخیت کا موقف رکھنے والوں سے ممکنہ طور پر ان آیات کی تاویل پوشیدہ رہی۔ ﴿وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ﴾ (۲۵) کے قرآنی اصول کے مطابق منسوخ باور کرائی جانی والی آیت کی تفسیر و تاویل بھی بہت سے اہل علم پر منکشف ہوئیں۔

تجزیہ:

تاویل کے ذریعے قرآنی آیات میں تطبیق و توفیق یقیناً مستحسن عمل ہے۔ البتہ تاویلاتِ بعیدہ سے گریز، علماءِ امت کی تفسیق و ابطال سے احتراز اور تاویل اجتہادی پر منصوص کی طرح اصرار درست نہیں۔ تاویل کی حاجت پیش آنا تین امور سے خالی نہیں ۱۔ ظاہری معانی مراد لینے سے کوئی عقلی یا شرعی مسئلہ پیش آتا ہے۔ ۲۔ دو نصوص کے معانی میں بظاہر تضاد کی صورت ہے ۳۔ الفاظ کے ظاہری معانی متعدد ہیں۔ گویا تاویل کی حاجت پیش آنا خود منسوخ آیات کی موجودگی کے موقف کی تائید بنتا ہے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۶۔قرآن کی بیان کردہ نسخ کی صورتیں اور قرآن میں منسوخ آیات کی موجودگی کا عدم امکان:

قرآن مجید میں جہاں نسخ کا ذکر کیا گیا ان آیات سے نسخ کی دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔

ا۔نسخ بذریعہ نسیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا﴾ (۲۶)

''ہم جو آیت منسوخ کرتے یا اسے بھلاتے ہیں،تو ہم اس کی جگہ اس سے (تمہارے حق میں) بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾(۲۷)

''ہم تمہیں اس کی قرات کرائیں گے پس تم نہیں بھولو گے مگر جو اللہ نے چاہا۔''

۲۔تبدیل آیات:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ﴾(۲۸)

نسخ آیات قرآنی کی جو دو صورتیں قرآن میں بیان ہوئی ہیں وہ خود اس کا اثبات کرتی ہیں کہ قرآن میں کوئی منسوخ آیت موجود نہیں ہے۔

تبدیل کے بارے قرآن نے کہا کہ ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت لاتے ہیں۔جب ایک آیت کی جگہ دوسری آیت آگئی تو اس کی جگہ پہلی کا بھی موجود رہنا تسلیم کرنا اجتماع نقیضین ہے۔جب قرآن خود کہتا ہے کہ ہم ایک آیت کی جگہ دوسری بدل دیتے ہیں تو پہلی کا اپنی جگہ ہی قایم رہنا کیسے ممکن ہے؟۔تبدیل کا مطلب ہی پہلی کا ازالہ ہے۔نسخ کی دوسری صورت نسیانِ آیات ہے۔جو بھلا دی گئی وہ موجود کیسے ہو سکتی ہے؟

تجزیہ:

نسخ ان دو صورتوں میں محدود نہیں بلکہ قرآن کی نصوص کے اندر موجود الفاظ بھی کسی آیت کے حکم کے ترک و نسخ کو لازم کرتے۔لہذا نسخ کی تین صورتیں ہیں۔(ا) قرآن کے الفاظ خود کسی حکم کی جانب اشارہ کرنا کہ وہ اب مشروع نہیں۔جیسے ﴿اَلۡـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنۡكُمۡ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيۡكُمۡ ضَعۡفًا﴾ (اللہ نے تمہارے لیے اب تخفیف کر دی اور اس نے جان لیا کہ تمہارے اندر کمزوری ہے)۲۔نسخ بذریعہ نسیان من جانب الٰہی نہ نسیانِ طبعی،۳۔تبدیل آیات

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۷۔منسوخ آیات کی موجودگی قرآنی آیات کا معطل و غیر عملی ہونا:

قرآن مجید میں منسوخ آیات کا تسلیم کرنا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ یہ مانا جائے کہ قرآن کی کچھ آیات کی حیثیت محض تاریخی ہے اور ان کی کوئی عملی ضرورت نہیں۔قرآن کی آیات کو منسوخ ماننا درحقیقت ان کا معطل ماننا ہے جس کی کوئی حکمت بیان نہیں کی جاسکتی۔ابدی اور عالمگیر کتاب میں متعدد آیات کا کوئی عملی و قانونی اثر تسلیم نہ کرنا اس کتاب کی اطلاقی حیثیت پر ایک سوالیہ نشان ڈال دیتا ہے۔اس کی کیا حکمت بیان کی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایسی آیات کو برقرار رکھا ہے جن کی امت کو عملی ضرورت نہیں؟ علامہ سیوطیؒ کی بیان کردہ منسوخ آیات کی موجودگی کی حکمت،کوئی تسلی بخش جواب نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"فان قلتَ ما الحکمة فی رفع الحکم وبقاء التلاوة: فالجواب من وجھین، احدھما: ان القرآن کما یتلیٰ لیُعرف الحکم منه والعمل به فیتلیٰ لکونه کتاب اللہ فیثاب علیه فتُرکت التلاوة لھذہ الحکمة، والثانی: ان النسخ غالبا یکون للتخفیف فابقیت التلاوة تذکیرا للنعمة ورفع المشقة"(۲۹)

"اگر تو کہے کہ حکم کو ختم کر کے تلاوت باقی رکھنے میں کیا حکمت ہے تو اس کی دو وجوہ ہیں۔ایک یہ کہ قرآن جس طرح حکم کے جاننے اور اس پر عمل کے لیے تلاوت کیا جاتا ہے اسی طرح یہ کتاب اللہ ہونے کے ناتے اجر و ثواب کی غرض سے بھی پڑھا جاتا ہے۔تو اس حکمت کے پیش نظر اس کی تلاوت باقی رکھی گئی۔دوسری وجہ یہ ہے کہ نسخ غالب طور پر احکام میں تخفیف و سہولت کے لیے ہوا تو اس کی تلاوت باقی رکھی گئی تاکہ نعمت کی تذکیر ہوتی رہے اور رفع مشقت کی یاد رہے"

علامہ سیوطی نے جو پہلی حکمت بیان کی ہے وہ محض تلاوت سے اجر و ثواب کا حصول بلا کسی حکمِ شریعت پر عمل کے ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن کی دیگر سینکڑوں آیات پر اجر و ثواب کی کوئی کمی تھی کہ ان کے قول کے مطابق ۲۰ منسوخ آیات کو تلاوت کے لیے باقی رکھنے کی ضرورت پیش آئی؟ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ منسوخ آیات کو باقی رکھ کر یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن کے محض الفاظ بھی بہت اہم ہیں اور ان کا پڑھنا اجر کا باعث ہے چاہے اس پر عمل کا کوئی امکان نہ ہو۔تو یہ حکمت تو حروف مقطعات کے ذریعے اس سے کہیں بڑھ کر حاصل ہوتی ہے کہ ان پر عمل کا بھی امکان نہیں اور ان کے معانی جاننے کا بھی کوئی امکان نہیں۔خالص ایمان بالغیب کی بنیاد پر اور حکمِ الٰہی کے باعث اس کی تلاوت کی جائے گی۔

دوسری حکمت یہ بیان کی گئی کہ نسخ عام طور پر احکامات شریعہ میں تخفیف کے لیے ہوا تو ان آیات کی موجودگی اللہ کی نعمت تخفیف کی یاد دہانی کے لیے ہے۔عجیب بات یہ ہے خود انہی کی بیان کردہ ۲۰ منسوخ آیات میں اکثر میں تخفیف کی بجائے نرمی سے حکم سختی کی طرف بڑھے ہیں۔مثلاً و الاتی یاتین الفاحشة (۳۰) میں حکم میں تخفیف تھی کہ ان کو گھروں میں روکے

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

رکھو کوئی سزا نہ تھی سورۃ النور میں کوڑوں کی سزا مقرر کر کے سختی کر دی گئی (۳۱) پہلے فدیہ دے کر روزہ چھوڑ نا درست تھا ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ کے ذریعے اس آسانی کو ختم کر دیا گیا، (۳۲) پہلے وصیت کی اجازت تھی پھر وصیت کی اجازت ختم کر دی گئی، (۳۳) قتال کے وجوب کی آیت نے پہلی تمام آیات جن میں اہل شرک سے نرمی تھی کو منسوخ کر دیا۔ ان کا دعویٰ ان کی بیان کردہ آیات سے ہی ثابت نہیں ہوتا۔ اور بعض آیات ایسی بھی ان کے نزدیک منسوخ ہیں جن کا نرمی اور سختی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ محض حکم نیا جاری ہوا ہے۔

تجزیہ:

حکمت کا جاننا امر اجتہادی ہے۔ امور شرعیہ کی حکمتوں کا جان لینا احکام کی مشروعیت و عدم مشروعیت کی دلیل نہیں۔ اگر ایسا ہے تو لازماً یہ سوال ہوگا کہ قرآن کی سب سے بڑی سورت کا نام بقرۃ (گائے) رکھنے کی کیا حکمت ہے؟ اس طرح قرآن کی سورتوں کو ۱۱۴ کی تعداد میں محصور رکھنے کی کیا حکمت ہے؟ اسی طرح فجر کی دو رکعتیں اور ظہر کی چار رکعتیں فرض رکھنے کی کیا حکمت ہے؟ جب حکمتوں کا معلوم ہونا کسی امر کے مشروع ہونے کا ثبوت نہیں تو یہاں بھی لازم نہیں کہ حکمت معلوم ہو۔

انسانی ذہن یا طبیعت کو لبھانے والی کسی حکمت کا نہ معلوم ہونے کے باوجود سر تسلیم خم کرنا اور محض حکم الٰہی کے باعث مان لینا خود سب سے بڑی حکمت ہے۔

۸۔ القرآن میں منسوخ آیات کی عدم موجودگی۔ برصغیر کے علماء کا موقف:

قدیم اور روایتی طبقے کے بڑے علماء بھی اس موقف کے حامل ہیں کہ قرآن میں منسوخ آیات موجود نہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا نسخ کے بارے موقف نقل کرتے ہوئے مولانا یوسف بنوریؒ اپنی کتاب یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن میں لکھتے ہیں:

> ''ہمارے شیخ انور شاہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ جس قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں اس لحاظ سے کوئی ایسی منسوخ آیت موجود نہیں کہ جس کا حکم اس طرح منسوخ ہو گیا ہو کہ وہ کسی وجہ اور کسی محمل کے اعتبار سے باقی نہ رہا ہو بلکہ اس کا حکم کسی نہ کسی وجہ کے اعتبار سے، کسی نہ کسی مرتبہ میں، کسی نہ کسی حال میں اور کسی نہ کسی وقت میں ضرور مشروع اور زیر عمل رہے گا'' (۳۴)

مولانا حسین علیؒ کے شاگرد مولانا غلام اللہ خانؒ نسخ کے بارے ان کا موقف ''جواہر القرآن'' میں لکھتے ہیں

> ''حضرت شیخ (شاہ ولی اللہ کی بیان کردہ) ان پانچ آیتوں کو بھی منسوخ نہیں مانتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے طرز پر ان پانچ آیتوں کی ایسی توجیہ فرماتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچوں آیتوں کا حکم بھی تا قیامت باقی ہے'' (۳۵)

ان کے علاوہ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۳۶) مولانا حمید الدین فراہیؒ (۳۷)، مولانا پالنپوری (۳۸) بھی اسی موقف کے حاملین میں شامل ہیں۔ جب کہ غیر روایتی طبقہ میں سر سید احمد خان (۳۹) اور مفتی محمد عبدہ (۴۰) اور پروفیسر ڈاکٹر اسرار احمد

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

خان (۵۰) شامل ہیں

تجزیہ:

اختلافِ علماء سے دوطرفہ مواقف کا اجتہادی ہونا ثابت ہوتا۔ کسی امر کا اجتہادی ہونا کم ازکم اس اصول کو قبول کرنا ہے کہ ''ہمارا موقف احتمال خطا کے ساتھ صواب ہے اور دوسرے فریق کا موقف علیٰ احتمال الصواب، مرجوح ہے''۔

۹۔ النسخ فی القرآن پر اجماع کے دعویٰ کا جائزہ

یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ نسخ کے وقوع پر امت کا اجماع ہے (۵۱) یہ درست ہے کہ علماء نے نسخ کے وقوع و جواز پر اجماع نقل کیا ہے لیکن جو قرآن اس وقت بین الدفتین موجود ہے، اس کے اندر منسوخ آیات کی موجودگی پر اجماع کا نہ تو کسی نے دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی دلیلِ قاطع موجود ہے البتہ اختلاف کے دلایل موجود ہیں۔ اجماع کے ثبوت کے لیے بھی دلیل متواتر درکار ہے۔ قرآن کے اندر منسوخ آیات کی موجودگی پر کیسے اجماع ممکن ہے جب کہ

۱۔ صحابہ جس کو منسوخ کہتے تھے متاخرین اس کو منسوخ ہی نہیں کہتے۔

۲۔ منسوخ آیات کے بارے علماء کے اصولی مواقف مختلف ہیں۔

۳۔ امت کے بڑے بڑے اہل علم قرآن کے اندر منسوخ آیات کی موجودگی کے قایل نہیں۔ دو کی مثال اوپر دی گئی۔

قرآن میں منسوخ آیات کی موجودگی کو تسلیم کرنا کوئی اعتقادی و اجماعی مسئلہ نہیں بلکہ اجتہادی امر ہے۔ امور اجتہادیہ میں گنجائش موجود رہتی ہے۔ متقدمین کے ہاں بہت سے مسائل پورے جزم کے ساتھ قبول کیے جاتے رہے لیکن آج ان کی حیثیت محض تاریخی ہے۔ امت استدلال و تمحیص کے مراحل سے گزرتی رہتی ہے۔ اس امت کی علمی شان ہی یہی ہے کہ وہ مسایل اجتہادیہ میں توسع کا مظاہرہ کرتی ہے۔

قرآن میں منسوخ آیات کی موجودگی کے بارے تیسرا موقف:

قرآن میں منسوخ الحکم آیات موجود ہیں یا نہیں ہیں اس کے بارے درج بالا دلایل و تنقیدات پیش کی گئیں۔ راقم الحروف کے نزدیک اس سلسلے میں ایک تیسرا موقف بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ منسوخ الحکم آیات کا منسوخ ہونا کسی ایک ظاہری حکم تک محدود ہے ورنہ قرآن میں کوئی آیت مطلقاً منسوخ الحکم نہیں بلکہ منسوخ قرار دی جانے والی آیات قرآن کی دیگر نصوص کی طرح استدلال و استنباط کا مورد و مصدر ہیں۔ منسوخ الحکم آیات قرار دی جانے والی آیات قرآنی نصوص ہی ہیں اور ان سے احکام شرعیہ پر استدلال کیا جائے گا۔ منسوخ الحکم ہونا صرف ایک حکم تک محدود ہے جب کہ انہی آیات سے بہت سے احکامات کا ثبوت ہوتا ہے۔ مثلاً

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

سَبِیۡلٍ حَتّٰی تَغۡتَسِلُوۡا﴾ کا صرف ظاہری حکم متروک ہے مگر یہی آیت درج ذیل احکامات شرعیہ کا ثبوت بھی ہے اوران پر عمل بھی ہے۔(اس آیت سے مختلف فقہاء کے استدلالات پیش کیے جائیں قطع نظر کہ کونسا راجح اور کونسا مرجوح ہے)

۱۔ حتیٰ تعلموا ما تقولون سے قرآن کی قرآت کا زبان سے ادا کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔قیام میں تلاوت قرآن کے بارے کہا ’’حتیٰ تعلموا ما تقولون‘‘ یعنی ایک تو شرط یہ ہے کہ خود پڑھنے والا جانے کہ کیا پڑھ رہا اور دوسرا اس پر قول کا اطلاق ہو۔تو یہ زبان اور ہونٹوں کی حرکت وآواز کے ساتھ پڑھنے پر دلالت کرتا ہے۔لہذا محض دل میں قرات سے قرات نہیں ہوگی۔(۵۲)

۲۔ شافعیہ کے نزدیک لاتقربوا الصلاۃ میں ممانعت صلاۃ اور ممانعتِ مواضع صلاۃ دونوں شامل ہیں۔لہذا شراب کے نشے کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا حرام ہوگا۔کیونکہ ان کے نزدیک حقیقت ومجاز جمع ہو سکتے ہیں۔صلاۃ خاص انداز میں عبادت کے لیے حقیقت ہے جب کہ مواضع صلاۃ (یعنی مساجد) کے لیے مجاز ہے کیونکہ قرآن نے ﴿لَھُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ﴾ (۵۳) میں صلاۃ مسجد کو کہا۔(۵۴)

۳۔ لَاتَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ سے یہ ثابت ہوتا ہے شراب پی کر کیا گیا وضو درست نہ ہوگا۔کیونکہ شراب کی حالت میں صرف نماز کی ممانعت نہیں جس طرح ’’لاتقربوا الزنا‘‘ کے اسلوب کے ذریعے ان افعال کی بھی ممانعت کردی گئی جو زنا کی طرف لے جاتے ہیں اس طرح لَاتَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ کے ذریعے ان افعال کی بھی ممانعت جو صلاۃ کی طرف لے جاتے ہیں۔

۴۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کے خطاب سے واضح ہوا کہ افعال شرعیہ کے مخاطبین اہل ایمان ہیں۔اہل کفر نہ تو حالت صحو میں نماز پڑھتے ہیں اور نہ حالت سکر میں۔

۵۔ شراب سے پاکیزگی کے لیے وجوب غسل ہوگا کیونکہ سکاری اور جنبا دونوں حرف عطف سے ملائے گئے ہیں اور حتی تغتسلوا سے ان دونوں حالتوں سے پاکیزگی کا حکم بتایا گیا۔

۶۔ کیا نماز کی ادائیگی کی حرمت کی وجہ شراب کا پینا ہے یا نشہ؟ تو آیت کے ان الفاظ ’’وَ اَنۡتُمۡ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا‘‘ سے معلوم ہوا کہ ممانعتِ صلاۃ کی وجہ نشہ ہے نہ مطلقاً شراب پینے کا عمل۔کیونکہ شراب پینے کا عمل زندگی میں اگر ایک بار بھی کرلیا تو شراب پینے کا عمل وقوع پذیر ہوگیا۔اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا زندگی بھر کی حرمتِ صلاۃ کو لازم کردے گا۔اگر کہا جائے نہیں اوقاتِ صلاۃ میں شراب پینا اس حکم کی علت ہے تو قرآن کے الفاظ ’’وانتم سکاریٰ‘‘ اس کی تائید نہیں کرتے کیونکہ سکاریٰ شراب پینے کے عمل کو نہیں بلکہ شراب پینے کے نتیجے کو کہتے ہیں۔لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان نے شراب پی کر نماز پڑھی ہو تو اگر کوئی اور فاسدِ صلاۃ عمل نہیں کیا تو اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔نماز کی ادائیگی کا تعلق ’’حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡن‘‘ سے ہے۔(۵۵)

۷۔ امام قرطبی نے اس آیت کے الفاظ: ’’حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡن‘‘ سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ سکران کی طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس سے استنباط کیا۔جب کہ حنفیہ نے اسی آیت سے استدلال کیا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

کہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ اللہ نے سکران کو مخاطب کیا تو وہ اگر مکلّف نہ ہوتا تو اس کو مخاطب کر کے حکم دینے کا کوئی مطلب نہیں رہتا۔ اگر وہ مکلّف نہیں تو قتل، قذف اور دیگر حدود بھی نافذ نہ ہوں (۵۶)

۸۔ جنابت میں غسل کی فرضیت ہے۔ اس کی دلیل قرآن کی آیت ان کنتم جنبا فاطہروا ہے۔ آیت میں فاطہروا سے مراد غسل ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا۔ (۵۷)

۹۔ امام ابوحنیفہؒ نے وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ کے استدلال کرتے ہوئے موقف اختیار فرمایا کہ حد خمر کا نفاذ اس شرابی پر ہوگا جس کا کلام مختلط ہو جائے اور وہ ہزل و جد میں فرق نہ کر سکے۔ اس سے کم پر حد نہیں لگے گی۔ (۵۸)

جس آیت سے متعدد احکام شرعیہ ثابت ہو رہے ہوں وہ منسوخ الحکم نہیں ہے اور جن معنوں میں اس کے حکم کی منسوخیت کے قایل افراد کا دعویٰ ہے اس کے قبول کر لینے کے باوجود یہ آیت واجب العمل رہتی ہے۔ ان معنوں میں قرآن میں ہر آیت واجب العمل ہے اور کوئی بھی منسوخ نہیں ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حشر۔۲۳

۲۔ المائدہ۔۴۸

۳۔ ابن منظورالافریقی،ابوالفضل محمد بن مکرم،لسان العرب،دارصادر، بیروت،طبع ثالث،۱۴۱۴ھ،۱۳/۴۳۷

۴۔ Khan, Israr Ahmad, Dr., The Theory of Abrogation (A critical Evaluation), International Islamic University, Malaysia, First Edition, 2006, pp 21-29

۵۔ النساء۔۱۰۵ ۶۔ آل عمران۔۷ ۷۔ البقرۃ۔۱۸۰

۸۔ ابن خازن، ابوالحسن علی بن محمد،لباب التأ ویل فی معانی التنزیل،تحقیق: محمد علی شاھین ، دار الکتب العلمیہ ، بیروت،طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ۱/۱۰۹

۹۔ القرطبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الخزرجی، الجامع لاحکام القرآن،تحقیق: احمد البردونی و ابراھیم اطفیش، دارالکتب المصر یہ، القاہرۃ،طبع ثالث ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء،۲/۲۶۳ ۱۰۔ النساء۔۸

۱۱۔ الدھلوی ،شاہ ولی اللہ،الفوز الکبیر فی اصول التفسیر،عربی ترجمہ:سلمان الحسینی الندوی،دارالصحوۃ،القاہرۃ،طبع دوم، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶،ص ۸۹

تفسیر مظہری کی عبارت ہے

”قال سعید بن جبیر والضحاك هذه الآیة منسوخة بآیة یوصیكم الله وقال ابن عباس والشعبی و النخعی والزهری و مجاهد و جماعة انها محكمة قال قتادة عن یحیٰ بن یعمرثلاث آیات محكمات مدنیات تركهن الناس هذه الآیة و آیة الاستیذان و قوله تعالیٰ یا الناس انا خلقناكم من ذكر و انثی فقیل الامر للوجوب حق واجب فی اموال الصغار و الكبار“

(المظہر ی،محمد ثناءاللہ،التفسیر المظہر ی،تحقیق: غلام نبی التونسی،مکتبہ الرشدیہ،الباکستان،۱۴۱۲ھ،۲/۲۰)

۱۲۔ الشاطبی،ابراھیم بن موسیٰ،الموافقات،تحقیق:ابوعبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان،دارابن عفان،طبع اول،۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء،۳/۳۴۴

۱۳۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۸۴

۱۴۔ البخاری،علامہ عبدالعزیز بن احمد الحنفی ،کشف الاسرارشرح اصول البز دوی،دارالکتاب الاسلامی،س۔ن،۳/۱۵۶،۱۶۳

۱۵۔ ایضاً،۱/۳۱۰

۱۶۔ السرخسی ،محمد بن احمد،اصول سرخسی،تحقیق: ڈاکٹر رفیق العجم ،دارالمعرفۃ، بیروت،طبع اول،۱۹۹۷ء،۲/۶۸ ۱۷۔

۱۸۔ شافعی،محمد بن ادریس،الرسالۃ۔تحقیق:احمد محمد شاکر،المکتبۃ العلمیہ ،بیروت،س۔ن،۱۰۷

۱۹۔ ابن حزم،ابومحمد،علی الاندلسی الظاہری،الاحکام فی اصول الاحکام،دارالحدیث بجوارادارہ الازھر،مصر،طبع اول،۱۹۸۴ء،۱/۵۰۵

۲۰۔ النساء۔۸۲

۲۱۔ خضری،محمد بک،اصول الفقہ ، دارالمعرفۃ، بیروت،طبع اول،۱۴۱۹ھ،۱۹۹۸،۳۴۸

۲۲۔ غزالی،محمد بن محمد،ابوحامد،المستصفیٰ فی علم الاصول۔دارالکتب العلمیہ ،بیروت،طبع اول،۱۹۹۳ء،۶۰،۳۷

۲۳۔ السیوطی ، جلال الدین،عبدالرحمان بن ابی بکر، ، الاتقان فی علوم القرآن،تحقیق: محمد ابوالفضل ابراھیم،الھیئۃ المصریۃ عامۃ للکتاب،

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء، ۳/۷۷
۲۴۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص ۹۳
۲۵۔ یوسف۔ ۷٦ ۲٦۔ البقرة۔ ۱۰٦
۲۷۔ الاعلیٰ۔ ٦، ۷ ۲۸۔ النحل۔ ۱۰۱
۲۹۔ الاتقان فی علوم القرآن، ۳/۷۸ ۳۰۔ النساء۔ ۱۵
۳۱۔ النور۔ ۲ ۳۲۔ البقرة۔ ۱۸۴، ۱۸۵
۳۳۔ النساء۔ ۱۱ تا ۱۴
۳۴۔ بنوری، مولانا محمد یوسف، یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن، طبع مجلس علمی ڈابھیل، ۱۴۱۴ھ، ص ۷۹
۳۵۔ جواہر القرآن، ۱/۸۸
۳٦۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، التقصیر فی التفسیر، مطبع قاسمی، دیوبند، س۔ن، ص ۷
۳۷۔ فراہی، مولانا حمید الدین، مقدمہ تفسیر نظام القرآن، مترجم: مولانا امین احسن اصلاحی، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، اعظم گڑھ، طبع اول، ص ٦۲
۳۸۔ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند
۳۹۔ سرسید احمد خان، تفسیر القرآن، انسٹی ٹیوٹ پریس، علی گڑھ، ۱۸۸۰ء، ۱/۱٦۳، ۱٦۵، ۱٦۷
۴۰۔ رومی، فہد بن عبد الرحمان بن سلیمان، منہج المدرسۃ العقلیۃ الحدیثۃ فی التفسیر، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء ۱/۲۳۳، ۲۳۴
۵۰۔ Khan, Israr Ahmad, Dr., The Theory of Abrogation (A critical Evaluation)
۵۱۔ جصاص، ابوبکر، احمد بن علی، الفصول فی الاصول، تحقیق: ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، کویت، طبع اول، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۵ء، ۲/۲۱۵، ۲۱٦، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، ۳/۲۳٦
۵۲۔ تاویلات اہل السنۃ، ۳/۱۸۸ ۵۳۔ الحج۔ ۴۰
۵۴۔ القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری الخزرجی، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق: احمد البردونی، ابراہیم اطفیش، دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ، طبع دوم، ۱۳۸۴ھ، ۵/۲۰۲ ۵۵۔ ماخوذ من القرطبی لیس لفظہ وتصریحہ
۵٦۔ العبادی، ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی، الحنفی، الجوہرۃ النیرۃ، المطبعۃ الخیریۃ، طبع اول ۱۳۲۲ھ، ۲/۳۸؛ السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء، ٦/۱۷٦
۵۷۔ الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، ۱۹۸٦، ۱/۳۵
۵۸۔ المبسوط، ۹/۱۰۵

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.